سیر و سوانح

البیرونی ۔ اِنڈولوجی کے اصل بانی

ڈاکٹر پروفیسر محمد صابر خاں

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۷۸۴ء میں کلکتہ کے ایشیاٹک سوسائٹی کا قیام عمل میں آنے کے بعد ہندوستانی مطالعات یعنی انڈولوجی کی بنیاد پڑی اور اس سوسائٹی کے بانی سر ولیم جونس اولین ماہر ہندوستانیات یعنی انڈولوجسٹ تھے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ سر ولیم جونس سے کئی سو سال قبل خوارزم کے مشہور مورخ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی سب سے پہلے ماہر ہندوستانیات گزرے ہیں، چونکہ کسی مصنف کی علمی خدمات کا جائزہ اسے اس کے زمان و مکان کی حدود سے الگ کرکے نہیں لیا جاسکتا لہٰذا البیرونی کے ہندوستانی مطالعات کا تجزیہ کرنے سے قبل ان کا ایک بہت ہی مختصر تعارف پیش کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

موجودہ تحقیقات کے مطابق البیرونی خوارزم کے ایک قریہ کاتھ کے ایک ایرانی نژاد خاندان میں ۹۷۳ء میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، وہ ابوعلی ابن سینا کی طرح آغازِ شباب ہی میں خوارزم کو ترک کرکے ملازمت کے سلسلے میں اس زمانہ کے مختلف بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے۔ جن میں بخارا کے سامانی حکمران منصور ثانی بن نوح، جرجان کے قابوس بن وشمگیر اور غزنی کے سلطان محمود، سلطان مسعود اور سلطان مودود قابل ذکر ہیں ابتدا میں وہ خوارزم کے بنی مامون خاندان کے دربار سے بھی منسلک رہے۔ البیرونی ۱۰۱۷ء میں سلطان محمود کے دربار میں پہنچے اور یہ عین ممکن ہے کہ وہ سرکاری منجم کے فرائض انجام دیتے رہے ہوں۔ البیرونی کا انتقال ۱۰۵۰ء میں ہوا لیکن اس تاریخ کے متعلق علماء میں کچھ اختلاف ہے۔ خود "البیرونی" کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بھی اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

ہندوستان کے ساتھ البیرونی کے تعلقات کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ سلطان محمود کی فوج کے ہمراہ یہاں آئے تھے، بیہقی اور شہرزوری کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ

البیرونی نے چالیس سال تک ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ جدید تحقیق کے مطابق وہ ۱۰۱۷ء اور ۱۰۳۰ء کے درمیان شمال اور شمالی مغربی ہندوستان مثلاً پنجاب، ملتان، لاہور، کشمیر، سندھ وغیرہ میں گیارہ سے تیرہ سال تک سفر کرتے رہے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان علاقوں میں مقیم رہے لیکن ان کا قیام مستقل نہیں بلکہ وقفے وقفے سے تھا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انھوں نے جنوبی ہند کا بھی سفر کیا ہو۔ ان کے ہاں تنسکرا چاریہ کا ذکر بھی نہیں ملتا، اس طویل مدت قیام کے دوران البیرونی کو اس کا کافی موقع ملا کہ وہ ہندوستان کے لوگوں کی معاشرت، ان کے مذہب و فلسفہ، ان کی ثقافت اور ان کی روزمرہ کی سماجی و معاشی زندگی کا قریب سے ذاتی طور پر مشاہدہ کریں اسی وجہ سے وہ ہندوستانیات کے غیر ملکی ماہرین میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ البیرونی اپنے زمانہ کے ایک جید عالم، مورخ اور سائنس داں تھے، ان کی تصنیفات نئی دریافتوں اور جدید معلومات سے پُر ہیں۔ وہ نہ صرف ایک مشہور مورخ، جغرافیہ داں اور ماہر لسانیات تھے بلکہ علم نجوم، علم ریاضی اور علم ہیئت کے بھی ماہر تھے۔ سائنس کے مشہور مؤرخ جارج سارٹن GEORGE SARTON نے لکھا ہے کہ البیرونی مسلمانوں میں سب سے بڑے عالم اور مورخ تھے اور تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر زمانہ کے لیے اس کی حیثیت ایک بہت بڑے سائنس داں اور عالم کی ہے۔

مجموعی طور پر البیرونی کی ۱۸۳ کتابوں اور رسالوں کے نام ہم تک پہنچے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے بیشتر ضائع ہو چکی ہیں تاہم یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ان کی کم از کم ۲۴ کتابیں زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہ گئی ہیں جن میں سے ہم نہ صرف ان کی دلچسپیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے تبحر علمی اور وسیع معلومات و مطالعات کا بھی ہمیں علم ہو سکتا ہے۔ ان کی مجموعی تصنیفات میں سے کم از کم ۱۲ کتابیں ہندوستان کی تہذیب و ثقافت اس کے علوم و فنون اور مذہب و فلسفہ پر ہیں ان میں سے بعض سنسکرت کتابوں کے عربی تراجم بھی ہیں اور وہ معرکۃ الآرا کتاب بھی ہے جو کتاب الہند کے نام سے عام طور پر مشہور ہے۔ ان میں سے بعض عربی سے سنسکرت ترجمے بھی ہیں۔ اس سلسلے میں اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ وہ کس حد تک سنسکرت جانتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ہندوستان پر کوئی اہم اور جامع کتاب لکھنے کے لیے سنسکرت کا

جاننا نہایت ضروری ہے اسی لیے انہوں نے ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران بڑی محنت سے سنسکرت سیکھی لیکن اس بات پر علماء میں اختلاف ہے کہ وہ کتنی سنسکرت جانتے تھے، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ بہت اچھی سنسکرت جانتے تھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ وہ یہ زبان بہت کم جانتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ضرورت کی حد تک سنسکرت سے واقف تھے۔ لیکن وہ عربی اور فارسی کی طرح اس زبان کے ماہر نہیں تھے۔

البیرونی نے اپنی کئی تصانیف میں اس کا خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کرتے وقت پنڈتوں اور شاستریوں سے مدد لی تھی، اگر وہ سنسکرت اچھی خاصی نہ جانتے تو ان کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اس زبان کی اتنی ادق اور مشکل کتابوں کا جو کہ اشلوک میں لکھی ہوئی تھیں اور خاص کر علم نجوم، علم ہیئت اور علم ریاضی جیسے موضوعات پر نہایت اچھا اور صحیح ترجمہ کر سکتے۔ ایک جگہ خود لکھا ہے کہ انہوں نے اقلیدس اور بطلیموس کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت میں کیا تھا، یہ عین ممکن ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے سکوں پر کلمۂ شہادت کا جو سنسکرت ترجمہ مرتسم ہے وہ البیرونی ہی کا کیا ہوا ہو۔

اب البیرونی کی مشہور کتاب کتاب الہند کے بارے میں کچھ تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

کتاب فی تحقیق ما للہند من مقالۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ البیرونی کی ایک نہایت اہم کتاب ہے جو سلطان محمود کے انتقال کے بعد ۱۰۳۰ء میں لکھی گئی تھی، اس میں انہوں نے ہندو مذہب و فلسفہ ان کے قوانین اور رسوم، ان کے مختلف ذات پات، ان کی مذہبی و مقدس کتابوں اور سنسکرت زبان کے قواعد پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس میں ہندوستان کے جغرافیہ کے علاوہ اس کے علم النجوم علم ہیئہ اور علم ریاضی کے متعلق بھی کافی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ البیرونی کی کتاب الہند کے معیار کی کوئی دوسری کتاب کسی زبان میں حتیٰ کہ سنسکرت میں بھی آج تک لکھی نہیں گئی ہے۔ البیرونی نے اپنی اسی بے نظیر کتاب میں ہندوستانی فلسفہ اور سائنس کا یونان اور عرب کے سائنس اور فلسفہ کے ساتھ مقابلہ اور موازنہ کیا ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ ہندو علماء آج بھی اس کتاب کی اہمیت کا تہہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ کتاب میں کچھ تنقیدی عنصر بھی شامل ہے لیکن وہ عالمانہ تبصرہ کی حد تک ہے اور اس میں کوئی تلخی نہیں ہے۔

کتاب الہند کے ذریعہ البیرونی ہندوستان اور عرب دنیا کے ثقافتی تعلقات کو زیادہ مضبوط اور معنی خیز بنانا چاہتے تھے اور اسلامی دنیا میں ہندوستانی علوم و ثقافت کا تعارف کرانا بھی ان کا مقصد تھا چونکہ البیرونی کے ذاتی تعلقات صرف برہمنوں اور اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں تک محدود تھے۔ اسی لیے ان کو ان کے عقائد میں توحید کے عنصر سے اور خاص طور پر وشنو فرقہ کے خیالات سے خاصی دلچسپی تھی۔ پوران کا البیرونی نے بطور خاص مطالعہ کیا تھا اور اس سے وہ بہت متاثر نظر آتے ہیں۔

سب سے پہلے ایک جرمن مستشرق یعنی ایڈورڈز خاؤ نے کتاب الہند کا ایک عمدہ عربی متن ۱۸۸۷ء میں شائع کر کے البیرونی کو حیات دوام بخشی ۱۸۸۸ء میں انھوں نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا۔ اس کا ایک تصحیح شدہ عربی متن حیدرآباد کے دائرۃ المعارف سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا تھا۔ زخاؤ کے انگریزی ترجمہ کی بنیاد پر اس کتاب کے کئی خلاصے بھی انگریزی میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ انگریزی کے علاوہ دنیا کی دوسری اہم زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً ہندی، بنگلہ، ملیالی، اردو، فارسی، روسی وغیرہ۔

البیرونی نے لکھا ہے کہ ان سے قبل جن مصنفین نے ہندوؤں کے علوم و ثقافت سے بحث کی ہے انھوں نے ثانوی ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے قارئین کو یقین دلایا ہے کہ وہ خود اصل ماخذ سے اپنے معلومات حاصل کریں گے اور ہندوؤں کے نظریات اور خیلات کو ان کی اصل صورت میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر پیش کریں گے اور وہ ان کی اصل کتابوں کے حوالے بھی دیں گے۔ ایک جدید مورخ کی حیثیت سے وہ اصل ماخذ یعنی (ORIGI-NAL SOURCES) کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں اور ان کی کتاب الہند انھیں ماخذ پر مبنی ہے جن کے حوالے وہ تفصیل سے دیتے ہیں۔

البیرونی سے پہلے بھی کئی عرب اور ایرانی مورخین سیاح اور تاجر مثلاً الخوارزمی، ابوالحسن المسعودی، بزرگ بن شہریار، سلیمان تاجر وغیرہ ہندوستان آئے تھے اور انھوں نے ہندوستانی معاشرت، مذہب و ثقافت کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی البیرونی کے مقام کو نہیں پا سکا۔ کیونکہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے ایک تو وہ بہت مختصر ہے دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد اکثر سنی سنائی کہانیوں پر ہے۔ انھوں نے ہندوستانی علوم خصوصاً سائنس کے بارے میں جو لکھا ہے وہ نہیں کے برابر ہے۔ ان میں سے کوئی بھی

سنسکرت زبان سے واقف نہیں تھے اور نہ اصل ماخذ سے معلومات حاصل کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ اس لیے ان میں سے کسی کو بھی ماہر ہندوستانیات نہیں کہا جاسکتا۔

اب رہا مغربی مستشرقین کا معاملہ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ سرولیم جونس نے ہندوستانی علوم وفنون کی نشر واشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کی سب سے بہتر خدمت یہ ہے کہ انہوں نے ایشیاٹک سوسائٹی قائم کرکے ہندوستانی موضوعات پر مطالعہ اور تحقیق کا ایک ماحول پیدا کردیا اس لیے سہولتیں مہیا کیں جن کے نتیجے میں ہندوستانی علوم و تہذیب نہ صرف ساری دنیا میں پھیل گئی بلکہ اس کی وجہ سے انگریز اور غیر ملکی محققین کی ایک جماعت پیدا ہوگئی جنہوں نے سرولیم جونس کے کام کو آگے بڑھایا۔ ان مستشرقین نے گذشتہ دوسوسال میں ہندوستانیات پر جو ریسرچ کی ہے ان پر البیرونی کئی سو سال قبل مجموعی طور پر سیر حاصل بحث کرچکے ہیں جن کی شاہد ان کی معرکۃ الآرا تصنیف کتاب الہند ہے اور اس نقطۂ نظر سے البیرونی نہ صرف ہندوستانیات یعنی انڈولوجی کے بانی ہیں بلکہ وہ سب سے اول غیر ملکی ماہر ہندوستانیات یعنی انڈولوجسٹ ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان کے بعد کسی نے ہندوستانی موضوعات پر ان کے تحقیقی کام کو آگے نہیں بڑھایا۔

دارالمصنفین کی مطبوعات مکتبہ تحقیق میں :———

۱۔ سیرت النبی، سید سلیمان ندوی اول تا ہشتم مکمل	۲۷۸/=	۹۔ خطبات مدراس، سید سلیمان ندوی	۱۶/=
۲۔ اسوۂ صحابہ، اول عبدالسلام ندوی	۲۴/=	۱۰۔ رحمت عالم "	۷/=
" دوم	۴۵/=	۱۱۔ جمع وتدوین قرآن،	۱۰/=
۳۔ تاریخ دولت عثمانیہ دوم	۳۲/=	۱۲۔ اسوۂ صحابیات	۸/=
۴۔ تاریخ صقلیہ اول ودوم	۷۱/=	۱۳۔ اسلام میں مذہبی رواداری	۳۳/=
۵۔ اسلام اور عربی تمدن	۲۹/=	۱۴۔ تاریخ سندھ	۲۹/=
۶۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز	۱۶/=	ملنے کا پتا:	
۷۔ سیرت عائشہ سید سلیمان ندوی	۲۵/=	مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی	
۸۔ دین رحمت "	۴۰/=	پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ	